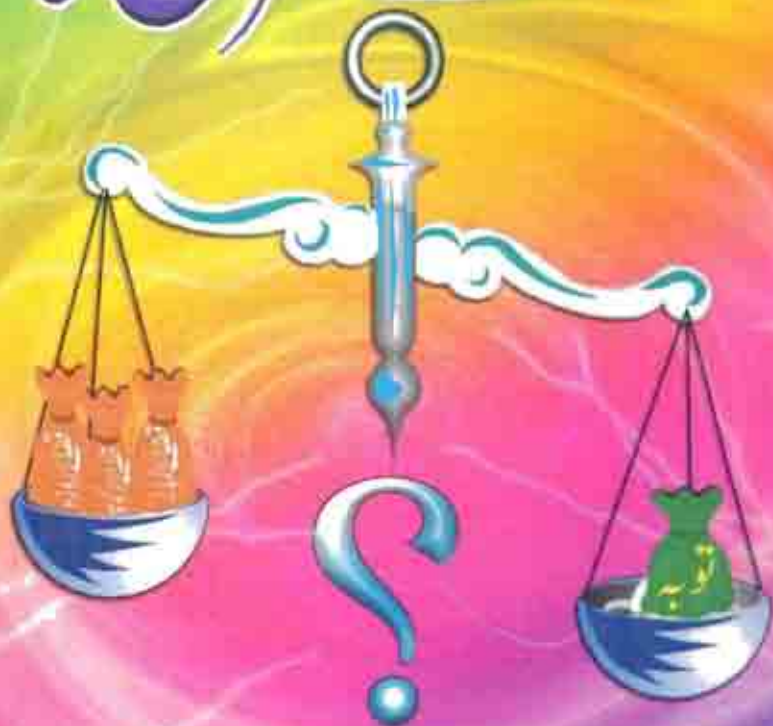


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قضاے عمری؟



فلسفۃ حقارتی
فیلسفۃ الحقان و العبد
ذکر اسماء علیہ السلام

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

*** توجہ فرمائیں ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب۔۔۔

* عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

* مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ [UPLOAD] کی جاتی ہیں۔

* متعلقہ ناشرین کی تحریری اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

* دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

**** تنبیہ ****

**** کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب کسی بھی الیکٹرانک کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔**

**** ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔**

نشر و اشاعت اور کتب کے استعمال سے متعلق کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں :

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.kitabosunnat.com

برائے رابطہ
مدرسہ احسن سلفی
سلفی بک ہاؤس
فون: 5888152
مہال: 0320-4097861

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِضَا عُمَرِی؟

”ماہنامہ البلاغ“ میں فِضَا عُمَرِی سے متعلق محترمہ فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے موقف کے جواب میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتوے کا علمی تعاقب۔



تخریج و نظر ثانی

مؤلف

شیخ حافظ عبدالرزاق صاحب سوینادی

ابو انشاء قاری خلیل الرحمن جاوید



منظور کالونی کراچی

فون - 5888152

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب قصائے عمری

مؤلف ابوالشاء قاری خلیل الرحمن جاوید

صفحات ۸۰

کپوزنگ ضیاء کپوزنگ سینٹر

کپوزر ضیاء الرحمن ضیاء

اشاعت اول ستمبر ۲۰۰۲ء

تعداد ۲۰۰۰

مطبوعہ فیرفین پریٹرز اردو بازار کراچی

ناشر جامعۃ الاحسان الاسلامیہ

قیمت 30/- روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رابطہ

5888152

موبائل: 0320-4097861

ملنے کے پتے

☆ جامعۃ الاحسان الاسلامیہ منظور کالونی کراچی۔

☆ ادارۃ القرآن والحديث کورٹ روڈ کراچی۔

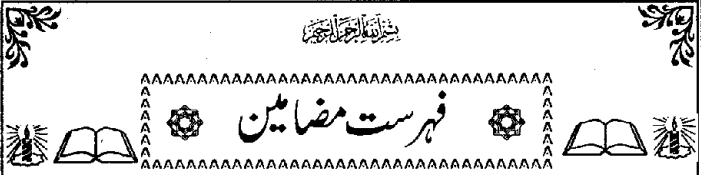
☆ مکتبہ السنہ سفید مسجد سولہ بازار کراچی۔

☆ مکتبہ نور حرم گلشن اقبال کراچی۔

☆ دینی کتب خانہ محمد بن قاسم روڈ کراچی۔

☆ بلال بک سینٹر اردو بازار کراچی۔

☆ بیت الفرہان بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔



| شمار | عنوان | صفحہ |
|------|--|------|
| 1 | جملہ حقوق | 2 |
| 2 | فہرست مضامین | 3 |
| 3 | ابتدائیہ (از مؤلف) | 6 |
| 4 | قضاۃ عمری کی شرعی حیثیت (استفتاء) | 9 |
| 5 | الجواب بعون الوهاب | 10 |
| 6 | غلط فہمی نمبر ۱ :- | 11 |
| 7 | إزالہ (قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں فرق) | 11 |
| 8 | قتل عمد اور قتل خطا میں فرق | 15 |
| 9 | غلط فہمی نمبر ۲ :- | 21 |
| 10 | إزالہ | 21 |
| 11 | غلط فہمی نمبر ۳ :- | 22 |
| 12 | إزالہ | 23 |

| صفحہ | عنوان | شمار |
|------|--|------|
| 26 | غلط فہمی نمبر ۴ :- | 13 |
| 27 | ازالہ | 14 |
| 29 | تنبیہ | 15 |
| 29 | غلط فہمی نمبر ۵ :- | 16 |
| 30 | ازالہ | 17 |
| 34 | غلط فہمی نمبر ۶ :- | 18 |
| 34 | ازالہ | 19 |
| * | وہ صحابہ کرام، تابعین اور دیگر محققین عظام جو قضاۃ | 20 |
| 35 | عمری کی بجائے توبہ کو کافی سمجھتے ہیں | * |
| 36 | شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا مذہب | 21 |
| 37 | اجماع کا ڈھونگ | 22 |
| 40 | غلط فہمی نمبر ۷ :- | 23 |
| 40 | ازالہ | 24 |
| 42 | غلط فہمی نمبر ۸ :- | 25 |
| 42 | ازالہ | 26 |

| صفحہ | عنوان | شمار |
|------|-------------------------------|------|
| 43 | غلط فہمی نمبر ۹ :- | 27 |
| 43 | إزالہ | 28 |
| 45 | عمل کی راہ میں رکاوٹ | 29 |
| 46 | توبہ گناہوں کا تریاق ہے | 30 |
| 50 | شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے | 31 |
| 52 | پچھلے گناہ بھلا دو | 32 |
| 54 | چند گز ارشادات | 33 |
| 57 | نماز کی فضیلت و فرضیت | 34 |
| 67 | مقبول نماز | 35 |
| 70 | ترک نماز پر وعید | 36 |
| 72 | تارک نماز کا حکم | 37 |
| 76 | حقوق اللہ کی توبہ سے معافی | 38 |
| 76 | مفتی تقی عثمانی صاحب کی عبارت | 39 |
| 78 | خُلاصۂ تحریر | 40 |
| 80 | الاستعاذۃ بجلیل (دُعائیہ نظم) | 41 |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

(آزمولف)

دارالعلوم کراچی سے شائع ہونے والا رسالہ ”ماہنامہ البلاغ“

جلد نمبر ۳۶ اور شمارہ نمبر ۱۱ (اشاعت فروری ۲۰۰۲ء) ہمارے ایک محترم

دوست جناب حاجی صدیق صاحب کی معرفت مورخہ ۲۵ مئی ۲۰۰۲ء صرافہ

بازار کراچی سے موصول ہوا۔

جس کے صفحہ نمبر ۲۳ پر دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جاری ہونے والا

ایک فتویٰ بعنوان ”قضاے عمری کی شرعی حیثیت“ شائع کیا گیا۔

حاجی صدیق صاحب کا اصرار تھا کہ عوام الناس کی بھلائی کیلئے جواب تحریر کر دیا

جائے بندہ نے مضمون کا بغور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اصل محرکات محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے وہ دروس ہیں جو خالصتاً کتاب و سنت کی ترویج کیلئے ملک کے طول و عرض میں دیئے جا رہے ہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ان دروس کو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔

بہت سی خواتین جو سر پر دوپٹہ رکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں وہ آج ان کے دروس کی بدولت برقعہ کے بغیر گھر سے نکلنا پسند نہیں کرتیں، جو اپنے آزادانہ ماحول کے سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں آج ان کے دروس کی وجہ سے شب و روز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انکی زبانیں تر رہتی ہیں۔

بہت سے گھروں میں جہاں دن رات گانے اور فلموں کی کیٹشیں چلا کرتی تھیں آج ان کیسٹوں کی جگہ ﴿قَالَ اللَّهُ وَقَالَ الرَّسُولُ﴾ کے ترانے گونج رہے ہیں۔

﴿ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ﴾

حال ہی میں ضربِ مؤمن میں بھی یہی مضمون اختصار کے ساتھ شائع ہوا ہے

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ”الھدیٰ سینئرز“ کی تصاویر اور تذکرے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت دیتے ہیں کہ یہ محض ایک فضائے عمری سے متعلق فتویٰ نہیں ہے بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کتاب و سنت کو فروغ دینے والے ان اداروں کے خلاف ایک باقاعدہ مہم کا آغاز ہے۔

محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ادریس ہاشمی صاحب اور محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے علومِ عصریہ و علومِ دینیہ جیسی دونوں نعمتوں سے نوازا ہے اور پھر مزید انعام یہ کہ ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ ایک ہی ذوق اور ایک ہی شوق پایا ہے خدا کرے فروغِ دین کا یہ جذبہ سلامت رہے اور حاسدین کو ہدایتِ کاملہ و عاجلہ نصیب ہو۔ (آمین)

خادمِ دین :-

ابو انشاء قاری خلیل الرحمن جاوید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قضاے عمری کی شرعی حیثیت

(ماہنامہ ابلاغ میں جسٹس تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتویٰ کا جائزہ)

السؤال :- ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ درس قرآن دیتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ ”قضاے عمری“ کا جو مسئلہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی شخص نے بہت عرصے تک نمازیں نہ پڑھی ہوں، پھر وہ نماز شروع کرے تو اُسے قضاے عمری کے طور پر وہ نمازیں قضا کرنی چاہئیں، قرآن و سنت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ پچھلی زندگی میں جو نمازیں قضا ہوئی ہوں، ان کی تلافی صرف توبہ سے ہو جاتی ہے، اتنی ساری نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ براہ کرم یہ واضح فرمائیں کہ کیا شریعت میں پچھلی نمازوں کی قضا واقعی ضروری نہیں ہے؟ اور کیا ائمہ اربعہ یا فقہاء کرام میں سے کسی کا مذہب یہ ہے کہ نمازیں زیادہ قضا ہو جائیں تو ان کی تلافی صرف توبہ سے ہو جاتی ہے، اور قضاے عمری پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر ان صاحبہ کا بتایا ہوا یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے تو کیا اُن کے درس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ نیز اگر قضاے عمری ضروری ہے تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟..... (محمد رضوان، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بحون الوهاب

”قضاءِ عمری کے مسئلہ میں علماء کے دو طبقے ہیں ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ایک آدمی اگر بچاس، ساٹھ برس کی عمر میں نمازوں کا باقاعدہ اہتمام کرتا ہے تو سنِ بلوغت سے لے کر ساٹھ برس تک کی تمام نمازیں اُسے قضاء کرنی پڑیں گی اور اس کے بھی کئی ایک طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ جب سے اُس نے باقاعدگی سے نمازیں شروع کیں اُسکے بعد اب اگر کوئی نماز بھولے سے یا سو جانے سے رہ جائے تو اُسے یاد آنے پر یا نیند سے جاگ آنے پر فوراً ادا کرے، اگر چہ وہ نماز اپنے وقت سے نکل چکی ہو۔

تاہم اپنی پچھلی زندگی کی تمام نمازیں سچی توبہ سے معاف ہو سکتی ہیں جب کفر اور شرک جیسی نافرمانیوں کا تریاق اللہ ﷻ نے توبہ رکھا ہے تو اُس توبہ سے تارکِ نماز کو کیوں محروم کیا جا رہا ہے؟
(۳) زیرِ نظر فتوے میں جس قدر روایات جمع کی گئی ہیں اُن تمام روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر کوئی سو گیا ہو یا بھول گیا ہو تو وہ اُس نماز کو یاد آنے پر ادا کرے، ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں کی گئی کہ جس میں یہ نص ہو کہ اُس نے عہدِ اُمّیں سال تک جو

نمازیں چھوڑی ہیں انہیں قضاۂ عمری کے طور پر ادا کرے، دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کو جن روایات سے غلط فہمی ہوئی ہے یا جن روایات سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کے جوابات بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

عَلَيْهِ سَلَامٌ فَرَسِي دَسْمَرًا:-

صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے مروی ہے

﴿مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ﴾
جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو اس پر لازم ہے کہ جب بھی یاد آئے اسے ادا کرے۔ (البلاغ: ۴۳)

ازالہ:-

قاصد اور غیری قاصد

کے احکام میں فرق

درحقیقت اس مسئلہ میں بنیادی غلطی ہی یہی ہے کہ قاصد اور غیر قاصد میں فرق نہیں کیا گیا حالانکہ ”عمد“، ”نسیان“ اور ”غفلت“ میں بنیادی فرق ہے۔

عمد ہونے والے کام میں آدمی کے ارادے اور اختیار کا مکمل دخل ہوتا ہے
نسیان (بھول) سے سرزد ہونے والے عمل میں آدمی کے ارادے اور اختیار کو

کوئی دخل نہیں ہوتا۔

غفلت میں انسان کی توجہ، فکر، حس اور شعور غیر ارادی طور پر اُس چیز سے ہٹ جاتا ہے اور ایسا وقتی طور پر ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اصطلاحات کے فرق کو سمجھنے کے بعد حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ روایات پر غور فرمائیں۔

(۱) حضرت مفتی صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بخاری

شریف کی جو روایت نقل کی ہے اُس میں ﴿مَنْ نَسِيَ صَلَاةً﴾

کی صراحت ہے جس کے معنی ہیں ”جو نماز پڑھنا بھول جائے“

(۲) دوسری روایت مسلم شریف کی ہے:

﴿إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا﴾

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ

سے اُس سے چھوٹ جائے۔

(۳) تیسری روایت سنن نسائی کی ہے:

﴿بِرَقْدٍ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ يَغْفَلُ عَنْهَا﴾

آپ ﷺ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا گیا جو نماز سے سو جائے یا

غفلت کی وجہ سے اُس سے چھوٹ جائے۔

مذکورہ تینوں روایات سے تین الفاظ ملتے ہیں:

(۱) نسی = {بھول جائے} = غیر قاصد

(بخاری کتاب المواقیت حدیث نمبر ۵۹۷ باب ۳۷)

(۲) رقد = {سو جائے} = غیر قاصد

(صحیح مسلم آخر کتاب المساجد حدیث نمبر ۱۵۶۹)

(۳) غفل = {غفلت برتے} = غیر قاصد

(سنن نسائی کتاب المواقیت باب فیمن نام عن الصلوة ج ۱ ص ۷۱)

مندرجہ بالا تینوں الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ بھی تعمّد کے معنی نہیں دیتا اور

ہمارے اس دعوے کی دلیل خود انہیں احادیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے وہ

الفاظ ہیں جو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمائے ہیں:

پہلی حدیث میں فرمایا: ﴿فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا﴾

پس وہ نماز پڑھے جب اُسے یاد آئے۔

دوسری حدیث میں فرمایا: ﴿فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا﴾

پس وہ اُس نماز کو ادا کرے جب اُسے یاد آئے۔

تیسری حدیث میں فرمایا: ﴿ان يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا﴾

جب بھی اُسے نماز یاد آئے اُسے ادا کرے۔

آپ ﷺ کا تینوں عملوں کے جواب میں یہ فرمانا کہ جب اُسے یاد آئے وہ اُسے ادا کر لے اس بات کی دلیل ہے کہ ترک نماز کا عمل عمداً یا قصداً نہیں ہوا بلکہ سہواً ہوا جیسا کہ ہم ابتداءً عرض کر چکے ہیں لفظ ذکر: نسیان

کے مقابلہ میں آتا ہے نہ کہ تعمّد کے مقابلہ میں، اُس کا یاد آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھولا تھا اگر بھولا نہ ہوتا تو یاد کیوں کرتا؟

منشاء حدیث یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا ہو وہ اُسے اُس وقت ادا کرے جب اُسے یاد آئے، یہی اُس کا کفارہ ہے لیکن جس شخص نے چالیس، پچاس سال اُس کے ترک میں عمداً کھپا دیے ہوں اسے نسیان نہیں، عصیان کہتے ہیں۔

اور اس عصیان و بغاوت کا کفارہ نمازوں کی قضا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بغاوت کے ہتھیار ڈال کر اشکِ ندامت بہاتے ہوئے، اعترافِ معصیت کرتے ہوئے، معافی کا ہاتھ بڑھا کر آئندہ اس بغاوت کا اعادہ نہ کرنے کا عزم و عہد ہے۔

(۲) قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں یہی بنیادی فرق ہے ایک شخص اپنے ارادے اور اختیار سے عمل کرتا ہے اور دوسرے سے سہواً ایسا ہو جاتا ہے یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس لئے ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قیاس ہمیشہ نظیر پر ہوتا ہے ضد پر نہیں ہوتا اور تعدد نسیان کی ضد ہے نظیر نہیں ہے پھر ایک مسلمہ اصول کے برخلاف آپ تعدد کو نسیان پر کیونکر قیاس کر سکتے ہیں اور شریعت نے بھی اس فرق کی رعایت رکھی ہے۔ ☆☆☆

قتل عمد اور قتل خطا میں فرق

ﷺ نے قتل عمد اور قتل خطا کی دو الگ الگ سزائیں مقرر فرمائی ہیں:

(۱) ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَاعْدَلُهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

(سورۃ نساء آیت ۹۳)

جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا اُس کی سزا دوزخ ہے اُس میں ہمیشہ رہے گا خدا کا غضب اور اُسکی لعنت ہے اُس پر اور اُس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾

وَدِيَّةُ مُسْلِمٍ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا﴾

اور جس نے کسی مسلمان کو بھول کر قتل کیا تو (ایک تو) ایک غلام مسلمان آزاد کرے اور (دوسرا) مقتول کے وارثوں کو خون بہادے الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

(۳) خود احناف نے بھی بعض دیگر امور میں قاصد اور غیر قاصد کے

فرق کو تسلیم کیا ہے چنانچہ قصداً جھوٹی قسم کھانے والے پر احناف

کے نزدیک کوئی کفارہ نہیں اور غیر قاصد پر کفارہ ہے۔

(۴) قتلِ عمد اور قتلِ خطا پر بھی احناف کا نقطہ نظر یہی ہے کہ قتلِ عمد میں

کفارہ نہیں ہے قتلِ خطا میں کفارہ ہے۔

(۵) بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جبکہ عمداً کھانے پینے سے

روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۶) احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر التحیات میں بیٹھے ہوئے شخص کو

غیر ارادی طور پر حدث لاحق ہو اور وضو ٹوٹ جائے تو! فرماتے ہی

ہیں ﴿بطلت صلوٰۃ﴾ اس کی نماز باطل ہو گئی۔

اور اگر عمداً و قصداً دھماکے سے وضو توڑ دے تو ارشاد ہوتا ہے

﴿تمت صلوٰۃ﴾ اس کی نماز مکمل ہو گئی (ہدایہ و قدوری)

خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حضرت مفتی صاحب نے جن تین روایات پر اپنے مضمون و فتوے کی بنا رکھی

ہے اُن تینوں روایات میں غیر قاصد کا ذکر ہے جبکہ مفتی صاحب نے اپنے

مضمون میں قضاے عمری کی قید قاصد پر بھی لگائی ہے اور یہ غلطی بھی حسب

معمول قصد او عمدہ ہی کی گئی ہے۔

(۷) مفتی صاحب نے اپنے مکمل مضمون میں ایک روایت بھی ایسی

پیش نہیں فرمائی جس سے عمدہ نماز ترک کرنے والے شخص کیلئے

آپ ﷺ سے کوئی رہنمائی ملتی۔

محض قیاس آرائیوں سے فتوے صادر کرنا نہ تو قوم کی خدمت ہے

اور نہ دین کی۔

(۸) جن تین روایت کو اپنے فتوے کی بنیاد بنایا ہے اُن تینوں روایات میں لفظ ﴿اذا ذکرھا﴾ موجود ہے جس کے معنی ہیں جب یاد آئے تب ادا کرے۔

یہ شخص تو بھولا ہی نہیں کیونکہ اس نے نماز عدا ترک کی ہے نہ کہ نسیاناً اور جس دن جس وقت کی نماز اُس نے چھوڑی ہے اُسی دن اُس وقت کی وہ نماز اُسے یاد تھی اب ﴿اذا ذکرھا﴾ کے تحت اُسی دن اُسے ادا کرنی چاہئے تھی، نماز چھوڑنے کا عمل تو اُس شخص کو پچاس سال پہلے یاد ہے اور ادائیگی کا عمل پچاس سال بعد کا ہے۔

(۹) حدیث پاک میں آتا ہے

﴿انما الاعمال بالنیات﴾ تمام عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے

قضاۂ عمری پڑھنے والا شخص پچاس، ساٹھ برس بعد جب نماز پڑھنے کھڑا ہوگا تو وہ کس دن کی نماز کی نیت کر کے کھڑا ہوگا؟ اس لئے کہ عرصہ اتنا بیت چکا ہے کہ اب اُسے کچھ یاد نہیں ہے۔

(۱۰) جب اُسے یہ سب یاد تھا تب اُس نے عدا نہیں پڑھا اب جب

بھول چکا ہے تو آپ اُسے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں جبکہ حدیث میں ہے جب اُسے یاد آئے تب پڑھے۔

(۱۱) اس مضمون کی صرف یہی تین روایات نہیں بلکہ کتب حدیث میں متعدد روایات قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ مروی ہیں لیکن اُن تمام روایات میں غیر قاصد کا ذکر بالصراحت موجود ہے اُسے قاصد کیلئے تسلیم کرنا منشاء حدیث کے قطعی خلاف ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

(الف) ﴿مَنْ نَسِيَ صَلَوةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يَصْلِيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا﴾

(جو نماز پڑھنا بھول گیا ہو یا سو گیا ہو تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ جب لمبے یاد آئے (یا آنکھ کھلے) وہ اُسے ادا کرے۔

(ابن خزیمہ ص ۹۹۲، ابن جارود ص ۲۳۹، دارمی ج ۱ ص ۲۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۳، مسلم ج ۱ ص ۲۳۱، ابن حبان و الطحاوی و غیرہا من الکتاب)

(ب) ﴿مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ فَلْيَصِلْ إِذَا اسْتَيْقَظَ﴾

وَمَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَ ﴿

جو نماز سے سو جائے وہ وہ جاگنے پر ادا کرے اور جو بھول جائے وہ

یاد آنے پر ادا کرے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۱۱، طبرانی ج ۲ ص ۱۰۷، مسند ابو یعلیٰ:

ص ۸۹۵، نسائی ج ۱ ص ۲۹۵، ابن حزمہ ص ۴۱۰)

(۱۲) جاگتے اور سوتے میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق بھی معمولی نہیں

بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

جاگنے والا کسی کو اُوئے بھی کرے تو ہو جاتا ہے بدنام

سوتے میں کسی کو قتل بھی کر دے تو پرچہ نہیں ہوتا !

(i) اگر ان دونوں حالتوں میں فرق ہی ختم کر دیا جائے، تو کیا سوتے

میں ایک شخص جن جن جرائم کا مرتکب ہوتا ہے اُسکے بیدار ہونے

پر دنیا کی کسی عدالت میں یا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں وہ سزا کا

مستحق ہے؟؟

(ii) ایک شادی شدہ شخص ختم ہوتا ہے کیا اُسکے بیدار ہونے پر اُسے

سنگ سار کیا جائے گا؟ یا کنوارہ ہے تو اُسے سو کوڑے مارے جائیں

گے؟

خلافت فہمی نمبر ۲

صحیح مسلم کتاب المساجد میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے

﴿اِذَا رَقِدَ أَحَدُكُمْ عَنْ..... لَذَكْرَى﴾

جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ سے

چھوڑ دے تو (البلاغ) جب بھی اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے

کیونکہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: (میری یاد آنے پر نماز قائم کرو)

(۲) سنن نسائی کتاب المواقیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کا

فرمان ہے کہ: جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا غفلت سے چھوڑ

دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے جب

یاد آئے وہ نماز پڑھے۔“ (البلاغ: ۴۴)

الحمد للہ:- ان دونوں روایتوں میں وہی مسئلہ بیان ہوا ہے جو پہلی

روایت میں بیان ہو چکا ہے اور ان دونوں روایتوں میں بھی جان

بوجھ کر قصداً و عمداً نماز چھوڑنے والے پر دس دس سالوں کی

نمازیں پڑھنے کو لازم قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی اشارۃً ان روایات

میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۲) مذکورہ احادیث میں معنوی تحریف بھی کی گئی ہے نسائی شریف کی

روایت میں ﴿یَغْفَل عَنْهَا﴾ جس کا ترجمہ ہے جو اس سے

غافل رہ جائے، یعنی اسے پتہ نہ لگے اور غفلت کی وجہ سے نماز

چھوٹ جائے، لیکن مفتی صاحب نے اپنا خود ساختہ مسلک ثابت

کرنے کیلئے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جو غفلت کی وجہ سے چھوڑ

دے چھوٹ جانے اور چھوڑ دینے میں بہت فرق ہے۔

عَنْ الْحَاكِمِ فِي مَشْرِقِ قُسْبِي ۳:-

رسول اللہ ﷺ نے قضاء نمازوں کی کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی غزوہ

خندق میں آپ ﷺ سے جب کئی نمازیں چھوٹیں آپ ﷺ نے سب کی قضاء

فرمائی جس کا واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں تفصیل سے آیا ہے اور اس موقع پر

بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں تو ان کی

قضاء واجب نہیں۔ (البلاغ: ص ۴۴)



ازالہ: ۵۔

غزوہ خندق والی روایت سے استدلال متعدد وجوہ سے غلط ہے، خود علماء احناف کے نزدیک بھی غلط ہے کیونکہ غزوہ خندق میں نمازوں میں جو تاخیر ہوئی تھی وہ نسیاناً ہوئی تھی نہ کہ قصداً۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۶، المسند الجامع ج ۵ ص ۱۶۱، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۱، فتح الباری ج ۲ ص ۸۸)

(۲) اگر عمدتاً تاخیر ہوئی تھی تب بھی وہ اتنے مشغول تھے کہ نماز کی ادائیگی کا انہیں موقع ہی نہیں ملا اور یہ بھی ایک عذر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۱)

(۳) یہ تاخیر یا تو پہلے جائز تھی اور پھر صلوة الخوف کے حکم کے ساتھ منسوخ ہو گئی، پھر منسوخ حکم سے استدلال کرنا اس حکم کی منسوخی سے بھی زیادہ منسوخ و مسح ہے۔

(۴) آپ ﷺ سے تو وہ نمازیں جس دن چھوٹی تھیں فرصت ملنے پر اور یاد آنے پر اسی دن ادا کیں انہیں دوسرے دن کیلئے بھی مؤخر نہیں کیا حالانکہ دن بھر کی تھکن اور پریشانی بھی اس کے سوا تھی افسوس ان علماء پر کہ وہ جس پیغمبر کا عمل پیش کر رہے ہیں وہ پیغمبر اپنے

عمل کی ادائیگی میں ایک دن کی تاخیر بھی گوارا نہیں کرتا، جب کہ
بجاری عوام کو پچاس، ساٹھ سال تک اپنی نمازیں مؤخر کر کے
ادائیگی کے فتوے دیئے جا رہے ہیں۔

(۵) حالتِ جنگ اور حالتِ امن میں فرق ہوتا ہے اس لئے حالتِ
جنگ کو حالتِ امن پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اسی لئے صلاة الخوف
کے تذکرہ کے بعد فرمانِ الہی ہے:

﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَدْنُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم﴾ (البقرہ: الاية ۲۳۹)

حالتِ خوف سے حالتِ امن میں آنے کے بعد نمازیں اسی طرح
پڑھو جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا ہے۔

﴿فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ (النساء: الاية ۱۰۳)

صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خوف کی حالت اور امن کی حالت یکساں نہیں ہے پھر
ایک حالت کو دوسری حالت پر کیسے قیاس کر سکتے ہیں؟؟۔

(۶) فرض کر لیجئے کہ کسی شخص کی ۱۰ سال کی نمازیں رہتی ہیں اب وہ

قضاءِ عمری کے ارادے سے آنے والے دس سالوں میں

ادائیگی کی نیت کرے تو کیا مفتی صاحب اُسے یہ گارنٹی دیں گے

کہ وہ آنے والے دس سالوں میں زندہ رہے گا؟

(۷) یہاں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عمر بھر کی

نمازیں قضا کرنی ضروری ہیں اُن سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ

ایک شخص پر ۵۰ برس کی نمازیں فرض تھیں اُس نے قضاۃ عمری

کے طور پر اُن کی ادائیگی شروع کر دی لیکن ابھی بمشکل ایک برس

کی نمازیں پڑھ پایا تھا کہ فوت ہو گیا، اب اُس کی ۴۹ برس کی نمازیں جو باقی

ہیں ان کا کیا بنے گا؟

تو جواب ملتا ہے کہ اگر اُس نے صدقِ دل سے توبہ کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ

اُسے معاف کر دیگا؟ یعنی بات تو پھر بھی توبہ پر ہی ختم ہوئی یہی بات ہم کہتے

ہیں کہ جب ایک شخص ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت و

فرمانبرداری کی روشنی میں قدم رکھتا ہے تو صدقِ دل سے اپنے گناہوں کا

اعتراف کرتے ہوئے، آئندہ اُس کے نہ دُہرانے کا عزم لئے ہوئے،

ندامت کے اٹک بہاتے ہوئے، جب بارگاہِ ایزدی میں معافی کا طلب گار ہو

تا ہے، تو قسم ہے پیدا کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی رحمت دوز کر اس کا

استقبال کرتی ہے اور خداوندِ قدوس اُس کے آنسو اپنے دامنِ رحمت سے پونچھ

لیتا ہے۔ جب مرنے کے بعد اُس سے معافی کی اُمید ہے تو زندگی میں مایوسی کیوں؟؟

بَابُ الْفَرَسِ فِيهِ ۴

قرآن کریم نے روزوں کی فرضیت کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمادیا ہے کہ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرے۔

اس آیت کریمہ میں یہ عام حکم دے دیا گیا ہے کہ جب روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے نہ رکھے جاسکے ہوں تو بعد میں ان کی قضاء کر لی جائے اس میں یہ نہیں بتایا گیا نہ اس کے بتانے کی ضرورت تھی کہ ایک رمضان کے روزے چھوٹنے کا یہ حکم ہے یا دو رمضانوں کے روزے چھوٹنے کا، بلکہ ایک عام حکم دے دیا گیا ہے جو روزے چھوٹنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے اب اگر کسی شخص کے دو رمضان کے روزے چھوٹ گئے ہوں اور وہ اس دلیل کا مطالبہ کرے کہ دو رمضان کے روزے چھوٹنے کیلئے کوئی الگ حکم ہونا چاہئے تو جس طرح اس کا مطالبہ غلط اور جاہلانہ مطالبہ ہوگا، اسی طرح زیادہ نمازوں کی قضاء کیلئے الگ دلیل کا مطالبہ بھی اتنا ہی غلط مطالبہ ہے۔

(البلاغ: ۴۵)

الذالہ:-

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو روزے حالتِ مرض یا حالتِ سفر میں چھوٹ جائیں تو انکی گنتی دوسرے دنوں سے پوری کی جائے یہ حکم عام ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ روزے ایک رمضان کے چھوٹے ہوں یا زیادہ رمضانوں کے لہذا ثابت ہوا کہ قضاے عمری عین تقاضائے قرآن و سنت ہے (العیاذ باللہ)۔

اگر یہ عموم ہی اصل دلیل ہے تو پھر اس سے گزشتہ ۶۰ برس کی نمازیں قضاء کرنے کا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ ۶۰ برس کے روزے رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(۲) نماز اور روزہ کے احکام میں فرق ہے محترم مفتی صاحب کی خدمت میں اتنا عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ ایک خاتونِ خانہ کی ۳۰ برس کی نمازیں رہتی ہیں اور آپ اُسے قضاے عمری کی شکل میں ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ حالتِ حیض میں اگر سب سے زیادہ اقل مدت جو احناف کے نزدیک تین دن ہے اس اقل مدت میں اُس خاتون سے جو نمازیں رہ جائیں تو کیا وہ ان نمازوں کو قضاء کرے گی؟

(۳) حالت حیض میں روزے چھوٹ جائیں تو اُسے وہ ادا کرے اور اگر حالت حیض میں نماز چھوٹ جائے تو اُسے ادا نہ کرے، کیا اس تفریق سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ احکام صلوٰۃ کو احکام صیام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا؟۔

(۴) سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں مریض اور مسافر کیلئے یہ صراحت موجود ہے کہ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

کہ وہ چھوٹے ہوئے روزے دوسرے دنوں کی گنتی سے پورا کریں۔

کیا مریض اور مسافر کیلئے نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ مریض جب ہسپتال سے گھر واپس آئے تب پڑھے یا مسافر جب سفر سے حضر میں آئے تب پڑھے۔

(۵) عمر رسیدہ شخص جو روزہ رکھنے کے قابل ہی نہ ہو یا مریض الدائم جس کے تندرست ہونے کے آثار ہی نہ ہوں وہ روزہ رکھنے کی بجائے فدیے کے طور پر ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا

کھلائے گا۔

کیا عمر رسیدہ شخص اور دائمی مریض کی نمازوں کا بھی یہی حکم ہے؟
خدا کیلئے اپنے مریضوں کے حال پر رحم کیجئے۔

فَمِنْهُمْ : - ﷺ میں عمومی حکم موجود ہے

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴿(البقرہ: ۲۳۳)﴾

جو مائیں اپنے بچوں کو مکمل مدت دودھ پلانا چاہتی ہیں تو وہ دو سال ہے۔

جبکہ احناف کے نزدیک مدت رضاعت ۲ سال چھ ماہ ہے یہاں ﷺ کے

عموم سے رد گردانی کیوں؟

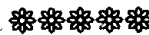
غُلَط فَمِنْهُمْ فَمِنْهُمْ ⑤

قضاء نمازوں کیلئے الگ دلیل کا مطالبہ کرنا..... غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عام حکم سے استثناء کا دعویٰ کرے تو دلیل اُسکے

(البلاغ: ۴۵)

ذمہ ہے۔



ازالہ:-

مذکورہ عبارت سے اتنا تو ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اگر حکم عام سے استثناء کا دعویٰ دلیل کے ساتھ ہو تو پھر اس کا ماننا معترض کے ذمہ ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ﴿سَرَنَامِعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ أُوقَالٍ فِي سَرِيَةِ فَلَمَّا كَانَ آخِرَ السَّحَرِ عَرَسْنَا فَمَا اسْتَيْقَظْنَا حَتَّى أَيْقَظَنَا حَرُّ الشَّمْسِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَثْبُ فِرْعَاءَ دَهْشًا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنَا فَارْتَحَلْنَا ثُمَّ سَرْنَا حَتَّى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَقَضَى الْقَوْمُ حَوَائِجَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَنَ فَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ امْرُفًا قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ فَقُلْنَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَلَا نَقْضِيهِمَا لَوْ قَتَمَا مِنَ الْغَدَاةِ فَقَالَ لَهُمْ ﷺ أَيْنَهَا كَمْ اللَّهُ عَنِ الرَّبِّ وَيَقْبَلُهُ مِنْكُمْ﴾

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۶، بیہقی ج ۲ ص ۲۱۷، مسند احمد وغیرہ)

ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رات کو سفر کیا پس جب ہم رات کے آخری

حصہ میں پہنچے تو کچھ دیر کیلئے آرام کیا، ہماری آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ سورج کی تپش نے ہمیں جگایا، پس ہم میں سے ہر ایک شخص خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں کھڑا ہو گیا! پس جب رسول اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کوچ کرو پھر ہم چلے یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا اور لوگ حواج ضروریہ میں مصروف ہو گئے، پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا! اُس نے اذان دی ہم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر حکم فرمایا، اقامت کیلئے پس صبح کی نماز پڑھی پس ہم نے کہا اے اللہ کے نبی کیا ہم اسے (آنے والے) کل میں قضا نہ کریں پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (ربا) سود سے تمہیں منع کیا ہے پھر وہ تم سے کیسے قبول کرے گا؟۔

مذکورہ حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ صحابہ کرام نے اُس نماز کو آنے والے کل میں اُسی وقت میں ادا کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دن کی تاخیر کی اجازت بھی نہیں دی لیکن قربان جائیے دارالعلوم کراچی کی وسعت قلبی اور وسعت نظری پر جہاں سے ساٹھ ساٹھ، ستر ستر برس تک کی مسلسل نمازیں قضا کرتے رہنے کی

مسلل تلقین ہوتی رہتی ہے۔

(۲) مطلق قضاء نمازوں کیلئے اگر الگ دلیل آپ کے پاس نہیں ہے تو ہم بھی اس کا مطالبہ نہیں کرتے لیکن عمد، نسیان اور غفلت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے کیونکہ شریعت نے نائم، ناسی، غافل اور متعمد کے احکام میں فرق رکھا ہے جسے ہم گزشتہ صفحات میں ﴿قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں فرق﴾ کے عنوان سے تحریر کر چکے ہیں۔

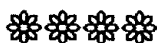
(۳) جہاں تک ہم سے استثناء کی دلیل کا مطالبہ ہے سو یہی روایت جو حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے استثناء کی واضح دلیل ہے کیونکہ آپ قضاۃ عمری ادا کرنے والے شخص کو چالیس پچاس سال بعد قضاء کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ شارع ﷺ نے اُسے آنے والے کل تک کی قضائی سے بھی روک دیا۔ یہی استثناء کی دلیل ہے۔

(۴) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ قضاۃ عمری پر مکمل بحث کرنے کے

بعد خلاصے کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں جسے علامہ شوکانی نے
نیل الاوطار میں نقل کیا ہے۔

﴿من نسی، تمسک بدلیل الخطاب من قال ان العامد لا
يقضى الصلوة لان انتفاء الشرط يستلزم انتفاء المشروط
فيلزم منه أن من لم ينس لا يصلى والى ذالك ذهب داود
وابن حزم وبعض اصحاب الشافعى وحكاہ فى البحر عن
ابن الهادى والاستاذ ورواية عن القاسم والناصر قال ابن
تيمية حفيد المصنف والمنازعون لهم ليس لهم حجة قط
يرد اليها عند التنازع﴾ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲)

یعنی مانعین قضاء کے مخالفین کے پاس قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں جس پر فیصلہ کیا جا
سکے شیخ الاسلامؒ نے اپنا مؤقف بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قضاءِ عمری کے
قائلین کے پاس قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس پر فیصلہ ہو سکے۔



مختلف فہمی فہمی

یہ مؤقف صرف حنفی علماء کا نہیں ہے بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی تمام مکاتب فکر اس پر متفق ہیں۔ (ابلاغ: ص ۳۵)

ازالہ :-

مذکورہ عبارت سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ مسئلہ اسلاف میں مختلف فیہ نہیں رہا بلکہ تمام مسالک کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے اور جھوٹ پر مبنی ہے، قصداً چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا پر قطعاً اجماع نہیں ہے بلکہ سلف صالحین میں شروع سے اس مسئلہ پر اختلاف چلا آ رہا ہے، جیسا کہ

☆ شیخ الاسلام امام ابن قیم حنبلیؒ نے ”کتاب الصلوٰۃ ص ۳۶، ۳۹“ میں

☆ علامہ شوکانیؒ نے ”نیل الاوطار ج ۲ ص ۴۲“ میں

☆ علامہ ابن رشد مالکی نے بدایۃ المجتہد ص ۱۳۲ میں

☆ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۳ میں

☆ علامہ ابن حزم نے المحلی ج ۲ ص ۱۳ میں نقل کیا ہے۔



وہ صحابہ کرام، تابعین اور دیگر
محققین عظام جو قضائے عمری کی
بجائے توبہ کی کافی سمجھتے ہیں

(۱) خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ؓ (الزهد ص ۳۱۹۔ لابن مبارک)

(۲) حضرت عمر ؓ (۳) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ

(۴) حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ

(۵) حضرت سلمان فارسی ؓ (۶) عبداللہ بن مسعود ؓ

(۷) قاسم بن محمد (۸) محمد بن سیرین (۹) عمر بن عبدالعزیز

(۱۰) بدیل العقیلی (۱۱) مطرف بن عبداللہ

(کتاب الصلوٰۃ ابن قیم ص ۸۰ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۳)

(۱۲) القاسم (۱۳) الناصر (۱۴) امام ابن تیمیہ

(۱۵) امام ابن قیم (۱۶) علامہ شوکانی وغیرہم

(نیل الاوطار (دار الفکر) ، المحلی ج ۲ ص ۱۳ مصنف عبد الرزاق (۳۷۴۷)

اس قدر جلیل القدر ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی مخالفت کے باوجود اس پر
اجماع اُمت کا فتویٰ صادر فرمانا کس قدر چوری اور سینہ زوری ہے۔

اس تصریح کے بعد اجماع ثابت ہو یا نہ ہو البتہ حضرت مفتی صاحبؒ کی مذاہب سے ناواقفیت تو ثابت ہو ہی جاتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ

ابن قیمیہ کا مذہب

علامہ ابن تیمیہؒ نے مختلف مذاہب نقل کئے ہیں مگر عجی کاروباریوں نے ان نقول کو شیخ الاسلامؒ کا مذہب قرار دے دیا شیخ الاسلامؒ کا اپنا مؤقف غلط فہمی ۵ کے ازالے کے تحت جرنمبر ۴ میں ہم نقل کر چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔
یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے مندرجہ بالا حوالوں میں شیخ الاسلامؒ کا مذہب حنفی مذہب کے بالکل خلاف ہے وہ تو فرماتے ہیں قصد نماز چھوڑنے والے کے لیے قضاء عمری کے قائلین کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔
(کتاب الصلوٰۃ لابن قیم، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲)

ان کے الفاظ اتنے واضح ہیں کہ فرماتے ہیں

﴿ليس لهم حجة قط يرد اليها عند التنازع﴾

”ماہنامہ البلاغ“ میں ص ۴۸ پر علامہ ابن تیمیہؒ کا قول تو نقل کی ہے۔

المسارعة الى قضاء الفوائت الكثيرة الاولى من الاشتغال عنها بالنوافل

جب چھوٹی ہوئی نمازیں بہت ساری ہوں تو ان کو قضاء کرنا فلوں میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔

لیکن نیت میں چونکہ فتور تھا اس لئے جس لفظ کا ترجمہ اپنے موقف کے خلاف جاتا تھا اس کا ترجمہ نظر انداز کیا چنانچہ ”المسارعة“ کو بڑی سرعت کے ساتھ ہضم فرما گئے، جس کے معنی ہیں ”فی الفور“ یعنی چھوٹی ہوئی نمازوں کو فی الفور ادا کرے۔

لیکن قضاے عمری کیلئے تیس سالوں کی نمازیں تو تیس سال میں ادا ہونگی پھر وہ مسارعة کے زمرے میں کہاں آئیں گی۔

اجماع کا ڈھونگ

أحناف کے کتنے مسائل ایسے ہیں جو صریحاً اجماع کے بھی خلاف ہیں اور جمہور کے بھی خلاف ہیں!

(۱) زکوٰۃ الجنین پر تمام صحابہ و تابعین کا اجماع ہے یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی فتویٰ ہے،

لیکن احناف اسکا رد کرتے ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۶ ص ۱۴۵)

(۲) خلفاء راشدین ائمہ ثلاثہ اور دیگر فقہاء عیدین میں بارہ تکبیروں کے

قائل ہیں۔ (ترمذی مع احوذی ج ۱ ص ۳۷۶)

مگر احناف انہیں بدعت کہتے ہیں!! کیوں؟

(۳) بغیر ولی کے نکاح کی عدم صحت پر صحابہ کا اجماع ہے،

مگر احناف صحابہ کے اجماع کے برعکس نکاح کو صحیح تسلیم کرتے ہیں!!

کیوں؟؟؟

(۴) تمام صحابہ کرام صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں عقیقہ کو مسنون

سمجھتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

جبکہ احناف کے نزدیک عقیقہ سنت نہیں بلکہ مکروہ یا بیکار ہے۔ (بدائع

الصنائع ج ۵ ص ۱۲۷، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۶۲)

(۵) احادیث صحیحہ میں ریشم حرام ہے لیکن احناف کے نزدیک اس کا

گدا بنانا، بستر بنانا، ٹکیہ بنانا، پردے بنانا جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۳۳۱)

(۶) صدقۃ الفطر کیلئے آپ ﷺ سے نص صریح موجود ہے کہ عید کی نماز کے بعد صدقۃ الفطر کی ادائیگی نہیں ہے۔

جبکہ احناف کے تمام مشائخ عید کی نماز کے بعد بھی اُسکی ادائیگی کو درست سمجھتے ہیں، بلکہ یک نہ خُذ دو خُذ کے مصداق بن کر ارشاد فرماتے ہیں! سارا سال جب بھی ادا کرے وہ صدقۃ الفطر کہلائے گا !!!
(فتاویٰ عالمگیری باب ۸ ص ۱۹۲)

(۷) مدت رضاعت نص صریح سے دو سال ثابت ہے جبکہ احناف کا فتویٰ اس کے برعکس دو سال چھ ماہ ہے۔

(۸) جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ خفی فتوے کے مطابق ۹۰ سال انتظار کرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے بالکل مخالف ہے۔

فرض کر لیجئے کہ ۲۰ سال کی عمر میں لڑکی کی شادی ہوئی پانچ سال بعد خاوند گم ہو گیا ۲۵ برس عمر ہو گئی، اب ۹۰ سال انتظار کرے جب تک عمر ۱۱۵ سال ہو جائے اب شادی کرے !!! یا للجب۔

﴿اے کوئی تو دولہا سے پوچھے کہ اُسے بیوی کی ضرورت تھی یا دادی کی﴾

(یہ سب اندھی تقلید کی کارستانیاں ہیں)

مُحَمَّدٌ فَهْمٌ فَهْمٌ

امام محمدؒ کے فتوے کی روشنی میں مفتی صاحب فرماتے ہیں قضاءِ عمری کرنے والے کو مر جانے کا خوف ہو تو وہ اپنی زندگی میں وصیت کر دے کہ نمازوں کا فدیہ اُسکے ترکہ سے بحساب روزے کے فدیہ کے ادا کر دیا جائے لیکن یہ وصیت نہ کی ہو تو پھر ورثاء پر اُسکی ادائیگی ضروری نہیں۔..... اللہ سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ مرحوم کو معاف فرمادیں گے۔

(البلاغ : ص ۵۲، ۵۳)



ازالہ:-

گزشتہ صفحات میں مفتی صاحب بیان فرما چکے ہیں کہ نصوصِ شرعیہ سے یہی ثابت ہے کہ جس نے بھی نمازیں عمد یا سہواً چھوڑی ہوں اُن کا کفارہ صرف اور صرف قضاءِ عمری ہے حتیٰ کہ توبہ سے بھی معافی نہیں ہے۔ اب فدیے کے ذریعہ کفارہ ادا کرنا آپکی پیش کردہ نصوصِ شرعیہ کے منافی نہیں؟

(۲) اگر قضائے عمری یا فدیہ میں سے ایک چیز لازم ہے تو پھر ادائیگی کے بغیر مر جانے کی صورت میں معافی کی امید کس شرط و بنیاد پر قائم ہے۔

(۳) اگر دونوں میں سے ایک کی ادائیگی لازم ہے تو یہ اللہ ﷻ کی طرف سے قرض ہو گا جس کا چکانامیت یا ورثاء پر فرض ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ ﷻ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کا قرض ادا کیا جائے۔

لیکن آپ نے ادائیگی قرض کیلئے بھی ایک تہائی کی شرط لگا دی جبکہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے کہ قرض سب سے پہلے ادا کیا جائے اور اُس کے لئے کسی تناسب کی کوئی قید نہیں۔

(۴) قضائے عمری اگر مرنے والے پر قرض ہے تو پھر وہ وصیت کرے یا نہ کرے اُسکی ادائیگی ورثاء کے ذمہ ہے آپ نے یہ چھوٹ کس نص شرعی کے تحت دی ہے؟

(۵) تیس سال کی نمازوں میں سے بمشکل اُس نے ایک سال کی نمازیں ادا کی تھیں کہ وہ فوت ہو گیا اور وصیت بھی نہیں کر سکا ورثاء

نے اُس کا کوئی فدیہ بھی نہیں دیا اب اُس کی بقیہ ۲۹ برس کی
نمازوں کا کیا بنے گا؟

خلافتِ فہمی فہمی

قضاءِ عمری کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ روزانہ پانچ نمازیں ادا
کرے اگر زیادہ پڑھنے کا موقع ملے تو زیادہ بھی پڑھ لے۔
(ابلاغ: ص ۵۳)

ازالہ:-

جو دلائل مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں بیان فرمائے ہیں اُن
سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹ جانے والی نمازیں فوراً ادا کرے جیسے وہ عذر ختم
ہو اُسے ادا کیا جائے یعنی اگر بھولا ہے تو یاد آنے پر، اگر سویا ہے تو جاگ آنے
پر، اگر خوف یا دیگر کوئی عذر ہے تو اُس کے رفع ہو جانے پر فوراً ادا کرے۔

لیکن یہاں پانچ نمازیں یا کچھ زائد روزانہ پڑھنے کا مشورہ ہے جس
کی ادائیگی کم و بیش ۲۵، ۳۰ برس میں ممکن ہو سکے گی یہ حکم کس نص کے تحت ہے
جبکہ آپ ﷺ کی جب بھی نماز رہی آپ ﷺ نے فی الفور ادا فرمائی حتیٰ کہ
دوسرے دن تک کیلئے بھی مؤخر نہیں کیا۔

(۲) فدیہ کیلئے روزوں پر قیاس کس دلیل کے تحت کیا گیا اور اگر

روزوں کا فدیہ ہی نماز کا فدیہ ہے تو کیا ایام مخصوصہ میں خاتون بھی

چھوڑی ہوئی ان نمازوں کا فدیہ ادا کرے گی؟ جب کہ شرعی حکم

اس کے برخلاف ہے۔

خلاط فہمی فہمی ۹

یہ کہنا کہ قضاے عمری پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف توبہ کافی ہے

گمراہی کی بات ہے..... جو اس قسم کی باتیں کرے اس کے دروس پر بھی

ہرگز اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (البلاغ: ص ۵۳)

ازالہ:-

کیا جن مسائل میں احناف میں بھی اختلاف رہا ہو یا ایک فریق اپنی

تحقیق اور دلائل کی بنیاد پر آپ کے خلاف نظریہ رکھے تو وہ گمراہ ہے نعوذ باللہ

جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین ائمہ فقہاء اور محدثین کے مابین بے شمار مسائل میں

اختلافات منقول ہیں کیا دارالعلوم کراچی سے ان کی گمراہی کے فتوے بھی

صادر ہو گئے؟

جیسے عبداللہ بن مسعودؓ و ابوذرؓ وغیرہمؓ کے اختلافات باقی صحابہ سے تھے۔

(۲) دیوبندی جماعت کے حیات النبیؐ کے مسئلہ پر دو گروہ ہیں

ایک درخواستی گروپ (حیاتی) کہلاتا ہے۔

دوسرا غلام خانی گروپ (مماتی) کہلاتا ہے۔

ایک کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضے میں زندہ ہیں۔

اور دوسرے کے نزدیک وفات پا چکے ہیں۔ فریقین میں اس موضوع پر

مناظرے بھی ہوتے ہیں لیکن مفتی صاحب اپنے اس اصول کی روشنی میں فتویٰ

صادر فرمائیں کہ دونوں میں سے کون سا گروہ گمراہ ہے اور کس گروہ کے دروس

میں ہمیں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

(۳) کسی شخص کی کسی مسئلہ میں تحقیق سے اگر آپ مطمئن نہ ہوں تو کیا

یہ ضروری ہے کہ اس کی اس ایک بات کی وجہ سے آپ اس کی تمام

باتیں سننے سے انکار کر دیں؟

(۴) امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بے شمار مسائل میں اپنے شیخ کی

مخالفت کی ہے گویا بہت سارے مسائل میں صاحبین کی رائے

اپنے شیخ کے خلاف ہے تو کیا آپ کے اس فتوے کا بارودان کے

بے داغ دامن تک بھی پہنچے گا؟

عمل گئی راہ میں رگاوٹ

درحقیقت چھوٹ جانے اور چھوڑ دینے کے فرق کو نہ سمجھنے کی بنا پر یہ اختلاف پیدا ہوا حالانکہ رسول پاک ﷺ سے جہاں بھی اس کا ذکر ملتا ہے وہ نسیان، نیند یا کسی اور عذر کی بنیاد پر نماز کے ترک ہو جانے کا ذکر ملتا ہے اور اسی کی ادائیگی کا فوری حکم ہے۔

عجمی کاروباریوں نے یہ ایک مخصوص اصطلاح قضائے عمری کے نام سے نکال کر لوگوں کیلئے عمل کی راہ میں ایک دیوار کھڑی کر دی ہے۔

تاکہ اُسے ڈرایا جاسکے کہ اگر تو اب نمازیں شروع کریگا تو تجھے ساٹھ سال پہلے کی نمازیں بھی پڑھنی پڑیں گی، ساٹھ سال کے روزے بھی رکھنے پڑیں گے اور اگر ساٹھ سالوں سے مال دار ہے تو اتنے سالوں کی زکوٰۃ بھی دینی پڑے گی تاکہ وہ اپنے سامنے ان تین بڑی دیواروں کو دیکھ کر الٹے پاؤں واپس ہو جائے کہ اب نماز روزہ شروع کرنا نہ تو میرے بس میں ہے اور نہ ہی میری استطاعت میں۔



توبہ گناہوں کا تریاق ہے

ﷻ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا.....﴾

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنے عمل کی اصلاح کی اور احکامِ الہی کو صاف صاف بیان کیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے قصور میں معاف کر دیتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہوں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۶۰)

(۲) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

بے شک اللہ ﷻ توبہ قبول کرنے والوں کو اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۲)

(۳) ﴿وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا

وَأَمَّنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے بے شک تیرا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

(اعراف: ۱۵۳)

(۴) وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ

بے شک میں ہر اس شخص کو بخش دینے والا ہوں جو توبہ کرے ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر سیدھی راہ چلے۔ (طہ: ۸۲)

(۵) اے ایمان والو! اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کرو قریب ہے

کہ تمہارا رب تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ (تحریم: ۸)

(۶) ﴿وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

اُس سے بخش مانگو بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(سورۃ النصر: ۳)

(۷) حدیث میں فرمانِ نبوی ہے:

﴿التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ﴾

(ابن ماجہ باب ذکر التوبہ)

کہ گناہ سے توبہ کرنے والا (توبہ کے بعد) گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(۸) حدیث نبویؐ ہے ”اسلام قبول کرنا، ہجرت کرنا سابقہ تمام گناہوں

کو مٹا دیتے ہیں اور اسی طرح حج سے متعلق بھی یہ الفاظ آپ ﷺ

سے ثابت ہیں۔

مندرجہ بالا تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ سے یہ واضح ہو رہا

ہے کہ گناہوں کا داغ کس قدر پکا، کس قدر گہرا اور کس قدر پرانا کیوں نہ ہو توبہ

ان تمام داغوں کو مٹا دیتی ہے حتیٰ کہ کفر، شرک، الحاد اور ارتداد جیسے پختہ داغ

دھبے بھی توبہ کے صابن سے صاف ہو جاتے ہیں تو پھر کیا ترک نماز ان تمام

گناہوں سے حتیٰ کہ کفر اور شرک سے بھی بڑھ کر ہے کہ توبہ سے یہ معاف نہ ہو،

سلف صالحین میں اس مسئلہ میں بحثیں رہیں ہیں کہ بعض اس کے ترک کو کفر اور

شرک کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے۔

لیکن جو کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ان کے فتوے کو بھی اگر مد نظر رکھا

جائے، تب بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ جب توبہ سے کفر دھل رہا ہے تو اس

کی وہ زندگی جو اس نے کلمہ پڑھنے کے بعد پھر کفر اور شرک میں گزار دی اور

اللہ ﷻ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کی کوئی پاس داری نہ کی اور اب اسے

احساس ہے، ندامت ہے، خوفِ خدا ہے اور آئندہ نافرمانیوں کی روش اختیار نہ

کرنے کا پختہ عزم ہے اور وہ رات کے سناٹے میں بارگاہِ ایزدی میں دستِ سوال دراز کرتا ہے اور ندامت کے دو اشک گراتا ہے اور زبان سے :
﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾
کہتا ہے تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ ہو اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو ارحم الراحمین کیوں خالی لوٹائے گا؟ جب کہ وہ خود کہتا ہے جو مجھ سے نہیں مانگتا میں اس سے ناراض ہو جاتا ہوں۔

اسی طرح مسلم شریف میں ایک مفتی سمیت ۱۰۰ آدمیوں کے قاتل کی معافی کا ذکر ہے جو محض توبہ سے ہوئی، حالانکہ قتل تو حقوق العباد میں سے ہے جبکہ نماز تو سراسر حقوق اللہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز دین کا اہم رکن ہے جان بوجھ کر اُسے ترک کر دینا بہت بڑا گناہ اور جرم ہے اور جمہور علماء کے نزدیک نماز چھوڑنے کا جرم قتل، زنا، چوری اور شراب نوشی سے بھی سنگین ہے اس کے سنگین جرم ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بے نماز کے کافر ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اس اختلاف سے قطع نظر ائمہ دین نے تارکِ نماز کیلئے سخت سزائیں مقرر کی ہیں جیسے قتل کر دینا یا عمر بھر کیلئے قید کر

دینا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا وغیرہ

ائمہ دین کی ان آراء سے اس جرم کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے لیکن جرم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اعترافِ جرم، ندامت اور توبہ گناہوں کی اُس بھٹی پر پانی کا کام کرتی ہیں حتیٰ کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ محض اُونٹوں کے لالچ میں نبی کریم ﷺ کے قتل کا عزم کرتے ہیں لیکن جب توبہ کر لی تو اللہ ﷻ نے اُس جرم کو نامہ اعمال سے بھی خارج کر دیا پھر کبھی رسول اکرم ﷺ نے یاد گیر اصحابِ رسول ؓ نے آپ کو طعنہ نہیں دیا اس لئے کہ سچی توبہ سے وہ جرم مٹ چکا ہے۔

شیطان مایوسی پیلا کر قاتل ہے

(مفتی جسٹس تقی عثمانی صاحب کی عبارت)

مفتی دارالعلوم کراچی جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب کی ایک عبارت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے فرماتے ہیں۔

جب تک اللہ ﷻ نے توبہ کا دروازہ کھولا ہوا ہے تو پھر مایوسی کیسی؟ یہ جو بعض اوقات ہمارے دل میں خیال آتا ہے کہ ہم تو بڑے مردود ہو گئے ہیں

ہم سے عمل وغیرہ ہوتے نہیں ہیں گناہوں میں مبتلا ہیں، اس خیال کے بعد مایوسی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

یاد رکھو!

یہ مایوسی پیدا کرنا بھی شیطان کا حربہ ہے اس لئے کہ شیطان دل میں مایوسی پیدا کر کے انسان کو بے عمل بنانا چاہتا ہے۔ ارے تم یہ دیکھو کہ جس

بندے کا مالک رحمن اور رحیم ہے کہ اُس نے مرتے دم تک توبہ کا دروازہ

کھول دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو بندہ توبہ کر لے گا، اُس کے گناہ نامہ

اعمال سے بھی مٹا دیں گے کیا وہ بندہ پھر بھی مایوس ہو جائے گا

اس کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بس اللہ ﷻ کے حضور حاضر ہو کر

استغفار کرے اور توبہ کرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۳۹)

خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیں ہم نے بھی صرف یہی گزارش کی ہے کہ جو مسلمان ہوتا ہے اُسے ہونے دیا جائے ۵۰، ۴۰ برس کی نمازوں کی ادائیگی اور اتنے ہی روزوں اور اتنے برسوں کی زکوٰتیں وصول کرنے کی دھمکیاں دے کر اُسے عمل سے دور نہ کریں اور نہ ہی اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس کریں وہ

سچی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا۔ (انشاء اللہ)

پچھلے گناہ فہلا دو

(منشی جسٹس تقی عثمانی صاحب کی عبارت)

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم یہ دونوں قسم کی توبہ کر لو۔ (اجمالی، تفصیلی) تو اس کے بعد اپنے پچھلے گناہوں کو یاد بھی مت کرو، بلکہ اُن کو بھول جاؤ اس لئے کہ جن گناہوں سے تم توبہ کر چکے ہو ان کو یاد کرنا ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی ناقدری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ جب استغفار کرو گے، اور توبہ کرو گے تو میں تمہاری توبہ کو قبول کر لوں گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا اب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا، لیکن تم الٹا ان گناہوں کو یاد کر کے ان کا وظیفہ پڑھ رہے ہو یہ اُس کی رحمت کی ناقدری ہے کیونکہ ان کی یاد بعض اوقات حجاب اور رکاوٹ بن جاتی ہے اس لئے اُن کو یاد مت کرو..... مزید فرماتے ہیں!

اللہ تعالیٰ نے توبہ کے بعد ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور ہمارے نامہ اعمال سے مٹا دیا ہے لیکن تم ان کو یاد کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ابھی ان گناہوں کو نہیں مٹایا اور میں تو ان کو مٹنے نہیں دوں گا، بلکہ ان کو یاد کروں گا تو اس طریقے میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کی ناقدری اور ناشکری ہے اس لئے کہ جب انہوں نے تمہارے اعمال نامے سے ان کو مٹا دیا ہے تو اب ان کو

بھول جاؤ اور مت یاد کرو۔

(اصلاحی خطبات جسٹس تقی عثمانی ج ۶ ص ۶۳، ۶۴)

عثمانی صاحب کی اس عبارت سے ہمیں اتفاق ہے اب ہم جناب

مفتی صاحب سے صرف اتنی گزارش کریں گے کہ

(۱) کیا ترک نماز ثواب کا کام ہے یا گناہ کا؟

(۲) اگر یہ گناہ کا کام ہے اور یقیناً گناہ ہی کا کام ہے تو اسے کیوں نہ

بھلایا جائے۔

(۳) قضاۃ عمری پر عمل پیرا ہونے والا جب روزانہ کی پانچ نمازوں

کے ساتھ ۴۰ برس پُرانی نمازیں دہرائے گا تو کیا یہ سابقہ گناہوں کو

یاد کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

(۴) جب اُس نے اپنی سابقہ بد عملی کی زندگی سے توبہ کر کے اور اصلاح

کی طرف قدم بڑھا لیا ہے اور روزانہ استغفار بھی کرتا ہے اور

اللہ ﷻ سے بخشش کی اُمید بھی رکھتا ہے پھر بھی ۴۰ برس پُرانے

گناہوں کو پھر سے روزانہ یاد کرتا ہے تو کیا اُس کا یہ عمل آپ کی

مذکورہ عبارت کی روشنی میں اللہ ﷻ کی شانِ رحمت کی ناقدری اور

ناشکری نہیں ہے؟

﴿لَمْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

چٹل گزارشات

(۱) اگر قصد نماز چھوڑنے کا کفارہ صرف اور صرف قضاءِ عمری ہے

تو پھر چھوڑنے پر اس قدر وعیدیں وَعِدَیْہِ اور احادیث میں کیوں

وارد ہیں؟

(۱) کہیں فرمایا فویل للمصلین

(۲) کہیں فرمایا ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيَا﴾

(۳) کہیں فرمایا ﴿فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ﴾

(۴) کہیں فرمایا بین العبد وبين الکفر ترک الصلوۃ

على هذا القياس

(۲) اگر نماز کو قصد اُسکے اپنے وقت میں ادا نہ کیا جائے اور دوسرے

وقت کیلئے اُسے مؤخر کر کے ادا کیا جائے تو کیا یہ مأمور بہ وقت

ہے یعنی اللہ سُبْحَانَهُ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟

اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر اس کے پہلے وقت سے مؤخر کرنا کوئی گناہ نہیں

بلکہ عین حکم الہی کی پیروی ہے اور اگر آپ کا جواب نہیں میں ہے کہ اللہ سُبْحَانَهُ

نے مؤخر کرنے کا حکم نہیں دیا تو پھر آپ اسے اللہ ﷻ کا حکم کیسے کہہ سکتے

ہیں؟ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾

(۳) قصداً نماز کو مؤخر کرنا یا بالکل ترک کر دینا، پھر اُسے دوسرے وقت

میں ادا کرنا ثواب کا کام ہے یا گناہ کا ظاہر ہے کہ اس کے ثواب ہونے کا کوئی بھی ذی شعور قائل نہیں ہے یقیناً یہ گناہ کا کام ہے اور

گناہ کے کاموں کو ہم شریعت، نیکی یا حکمِ الہی کیسے کہہ سکتے ہیں؟

(۴) احناف کے نزدیک حائضہ عورت اپنی اقل مدت حیض (تین دن)

کی نمازیں تو ادا نہ کرے جو زیادہ سے زیادہ پندرہ کی تعداد میں ہیں

لیکن قصداً چھوڑی ہوئی نمازیں مکمل ادا کرے اگرچہ وہ پندرہ ہزار کی

تعداد میں ہوں۔

﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾

(۵) اگر چھوٹی ہوئی نمازوں کا کفارہ صرف اور صرف قضاءِ عمری کی

شکل میں دیا جاسکتا ہے اور توبہ اس کا بدل نہیں ہے، تو قضاءِ عمری مکمل

کئے بغیر مرجانے والے شخص کیلئے توبہ کو کافی سمجھ لینا اور رثاء کو فدائے

کی ادائیگی کا حکم دینا کس وحی کے تابع ہے؟؟۔

(۶) البلاغ رسالہ میں عمداً نماز ترک کر کے مؤخر کرنے کے جو دلائل جمع کئے گئے ہیں اگر یہ واقعی اپنے اندر یہی مفہوم رکھتے ہیں تو پھر احادیث میں ایسی نمازوں کے بارہ میں منہ پر مار دیئے جانے کے الفاظ کیوں وارد ہیں؟

(۷) اگر قصداً چھوڑی ہوئی نمازوں کا کفارہ قضاء ہی ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جم غفیر اُسکے کفر یا قتل کا کیوں قائل ہے؟
(کما فی المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۱۲، ۱۵)

(۸) جس سال نمازیں چھوڑیں، اُس سال ربیع الاول کا مہینہ تیس دن کا تھا لیکن جس سال نمازیں ادا کی گئیں اُس ال وہ مہینہ اُن تیس دن کا تھا اب ایک دن کی پانچ نمازوں کی کمی کا کیا بنے گا؟؟؟

ملاحظہ فرمائیں!

المعانی البدیعیہ فی اختلاف اہل الشریعہ ج ۱ ص ۹۹،
(الزواج ج ۱ ص ۲۶۶، کتاب الکبائر للذہبی ص ۲۲،
نیل الاوطار طبع بیروت ج ۱ ص ۳۱۳، بلوغ الامانی ج ۲ ص ۲۳۳)

﴿وفی هذه کفایۃ لمن لہ درایۃ﴾

فَسَارُ كَيْ فَضِيلَت و فِرْضِيَّت

لوگوں کی فطری سطح اور مختلف ادوار میں مختلف تقاضوں کے مطابق شریعتیں بدلتی رہتی رہیں لیکن نماز ہر شریعت میں واجب و مشروع رہی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ سربستہ راز بھی عیاں ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں دُعا فرماتے ہیں:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾

(ابراہیم: ۴۰)

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے۔

(۲) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ﴾ (مریم: ۵۵)

وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۳) حضرت شعیب علیہ السلام کو کفار کی طرف سے یوں طنز کیا گیا:

﴿قَالُوا يَشْعِيبُ أَصْلَوْتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْْبُدُ آبَاؤُنَا﴾

(ہود: ۸۷)

کہنے لگے، اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان

(بتوں) چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے حکم الہی:

﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا

بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاَجْعَلُوْا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا

الصَّلٰوةَ﴾ (یونس: ۸۷)

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم

کیلئے گھر بنا دو اور اپنے اپنے گھروں کو قبلہ (مسجد) بنا کر نماز کی

پابندی کرو۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز کی فرضیت کا اعتراف اس عمر میں کیا جس

عمر میں بچے بولنا نہیں کرتے

﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَجَعَلَنِیْ

مُبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ

مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ (مریم: ۳۰، ۳۱)

میں بے شک اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عنایت فرمائی ہے اور

مجھے نبی بنایا ہے اور جہاں بھی رہوں مجھے مبارک بنایا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

(۶) اللہ ﷻ نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں مشترک

طور پر ارشاد فرمایا!

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾

(الانبیاء: ۷۳)

اور ان سب کو ہم نے امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ان کی راہنمائی کرتے تھے ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے، نماز پڑھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

(۷) حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی کے ایک حسین منظر کو ﷻ نے یوں دکھایا:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ﴾

(آل عمران : ۳۹)

فرشتوں نے اُسے اُس وقت پکارا جب وہ محراب میں نماز کی حالت

میں کھڑے تھے۔

ان قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز مختلف شریعتوں میں اور مختلف ادوار میں موجود رہی ہے۔

انسانوں کے تقاضے ہر دور میں مختلف رہے ہیں اسی لئے شریعتیں بھی مختلف تھیں مگر نماز ہر دور کے انسانوں کے تقاضوں کے مطابق تھی البتہ جس طرح ایمان باللہ ہر دور کے انسانوں کیلئے ضروری تھا، اسی طرح نماز بھی ہر دور کے ہر انسان کیلئے ضروری ہے، اس آخری اُمت کیلئے بھی ﷺ کے سفر میں قدم قدم پر ﴿وَأَقِمْو الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ کے بورڈ آؤیز ان نظر آتے ہیں اس کی فرضیت کا یہ عالم ہے کہ بیماری کے عالم میں بھی جس میں آدمی بستر مرگ میں پڑا ایڑیاں رگڑ رہا ہو، اگر اس کے حواس قائم ہیں تو نماز اس پر بھی معاف نہیں ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اللہ ﷻ کے نزدیک پسندیدہ عبادت نماز ہے:

(۱) ﴿عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ

أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ فَتَهَا﴾

(بخاری، ج ۱، ص ۷۶)

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ ﷻ کو سب سے زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے وقت پر نماز کو ادا کرنا۔

(۲) ﴿مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَبِيحَتَنَا
فَذَلِكَ الْمُسْلِمَ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ﴾
(بخاری، ج ۱، ص ۵۶)

جس نے ہماری (ہمارے جیسی) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے۔

(۳) ﴿أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ
الْإِسْلَامِ وَحَسَابِهِمْ عَلَى اللَّهِ﴾

(بخاری: ج ۱ ص ۸، مسلم: ج ۱ ص ۳۷)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے (اس وقت تک) لڑتا رہوں جب تک کہ وہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾ کی گواہی نہ

دیں اور نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ نہ دیں جب وہ ایسا کر لیں تو ان کی جان اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ ﷻ کے سپرد ہے۔

(۴) ﴿الصلوة الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى

رمضان مكفرات لما بينهن اذا اجتنب الكبائر.....﴾

(مسلم: ج ۱ ص ۱۶۶)

پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک یہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

(۵) ﴿عن ابی ہریرۃ ؓ انه سمع رسول اللہ ﷺ يقول

ارايتم لو ان نهراً باب احدكم يغتسل فيه كل يوم

خمسا ما تقول ذالك يبقى من درنه قالوا لا يبقى من

درنه شيئاً قال فذالك مثل الصلوات الخمس

يمحو الله بها الخطايا﴾

(بخاری: ج ۱ ص ۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ”فرماتے تھے تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو، جس میں روزانہ وہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گی؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! پس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ اس کے جسم پر سے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿قال النبي ﷺ ان احدكم اذا صلى يناجي ربه﴾

(بخاری: ج ۱ ص ۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

(۷) مسند احمد کی روایت ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے اور درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر بلایا موسم خزاں کی وجہ سے پتے جھڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! جب کوئی مسلمان خالصتاً رضائے

الہی کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اس کے جسم سے اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

(۸) اسلام کا ہر حکم بلوغت پر فرض ہوتا ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک نابالغ بچہ ہے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

اس کے باوجود نماز کی اہمیت کے پیش نظر قبل از بلوغت (کم سنی) میں اسے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ میں اسے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

﴿قال رسول الله ﷺ مرو اولاد کم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع﴾ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: ص ۵۸)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) سزا دو نیز دس سال کے بچوں کو الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔

(۹) ﴿عن ابن عمر ؓ قال قال رسول الله ﷺ﴾

الذى تفوته صلوة العصر فكأنما وتر أهله وماله ﴿

(مشکوٰۃ: ص ۶۰، بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کا اہل و عیال اور مال و اسباب (سب کچھ) لٹ گیا۔

(۱۰) حضرت سمرہ بن جندب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

فرمایا:

﴿اما الذى يثلغ رأسه بالحجر فانه يأخذ القرآن﴾

فيرفضه وينام عن الصلوة المكتوبة..... ﴿ (بخاری)

جس شخص نے قرآن یاد کر کے بھلا دیا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا، تو (میں نے دیکھا) اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز تمام فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے جو کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے البتہ حائضہ اور نفاس والی خاتون پر انہیں ایام میں نماز معاف ہے نماز کی اسی

اہمیت کے پیش نظر ﷺ میں کثرت سے اس کی تاکید کی گئی ہے ۔
 اسلام کے تمام احکام زمین پر بذریعہ جبریل علیہ السلام یا دیگر اقسام وحی سے اُتار دیے گئے لیکن نماز ایک واحد فریضہ ہے جسے زمین پر نازل نہیں کیا گیا بلکہ رسول اکرم ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر تحفے کے طور پر پیش کیا گیا نماز کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ باقی تمام احکام صرف وحی کر دیئے گئے لیکن نماز کیلئے دو دن تک برابر جبریل علیہ السلام آتے رہے اور نماز کی عملی تربیت دی گئی۔

جبریل علیہ السلام نے دو دن مسلسل نماز پڑھائی جس سے اوقات اور طریقہ دونوں کی تعلیم فرمائی۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

دن میں دو مرتبہ کرنا کاتبین کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں
 (فجر کے وقت اور عصر کے وقت) جو فرشتے عصر کو آتے ہیں وہ فجر

میں چلے جاتے ہیں اور جو فجر میں آتے ہیں وہ عصر کو چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ بتاتے ہیں الہی جب ہم گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تھے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ کس قدر عظمت کی بات ہے کہ صبح شام اللہ ﷻ کی عدالت میں فرشتے آپ کی اس عبادت کی گواہی دیتے ہیں جو آپ اللہ ﷻ کی رضا کی خاطر انجام دیتے ہیں اور ہمارے ہی معاشرے میں کتنے لوگ ایسے بھی ہونگے جن کے بارے میں فرشتے صرف دو ہی شہادتیں دیتے ہونگے کہ جب ہم گئے تھے تو وہ سوزہ تھے اور جب ہم واپس آئے تھے تو وہ کرکٹ کھیل رہے تھے۔
ع:- یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔



مقبول نماز

نماز کی مقبولیت کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کی جائے، چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے:-

﴿صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي﴾ (بخاری)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (نور: ۵۶)

رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

(محمد: ۳۳)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

(ان کا خلاف کر کے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

واضح ہوا کہ پیغمبر کی مخالفت اعمال کی بربادی کے مترادف ہے اس لئے اپنے اعمال کا اجر کھرا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ عمل ہادی برحق ﷺ کی پیروی میں کیا جائے۔

فی زمانہ بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رفع الیدین نہ کرے تو کیا اس کی نماز نہیں ہوگی.....؟ جو آمین بالجہر نہیں کہتا کیا اس کی نماز برباد گئی.....؟ حالانکہ ختم المرسلین ﷺ نے نہایت ہی آسان انداز میں اس طرح کے ہر سوال کا ایک ہی جواب دے دیا ہے کہ ”نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے“ یہ بالکل اپنے مضمون میں واضح حکم ہے کہ امت پر میرا طریقہ لازم ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے نماز مزین ہو کر

اپنے معبود کی نظر میں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے۔

چنانچہ رسول خدا ﷺ نے جہاں ہم کو تمام احکامِ قرآن، اپنے قول و فعل کی شکل میں دے دیئے ہیں وہاں نماز کا الہی حکم بھی آپ ﷺ نے عملی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے، لہذا ارشادِ ربانی ہے:

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ:﴾ جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو ﴿﴾ کے تحت رسول اکرم ﷺ کا تفویض کردہ مکمل طریقہ نماز اس کی اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ قبول کرنا ہر مسلمان کا لازمی فریضہ ہے درحقیقت اسلام وہی کچھ ہے جو رسول اکرم ﷺ نے اپنے تیس سالہ دورِ نبوت کی زندگی میں قول و فعل اور تقریر کی صورت میں پیش کیا ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾

(آل عمران: ۸۵)

جو شخص (رسول اکرم ﷺ) کے لائے ہوئے اسلام کے سوا

کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

تو پھر نبی کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی نماز کے خلاف اگر کوئی شخص نماز ادا کرے گا

تو وہ کیوں قبول ہوگی؟ چاہے وہ معاملہ پچھلی نمازوں کا ہو یا موجودہ نمازوں کا ہر

معاملے میں رسول اکرم ﷺ کی سنت سے راہنمائی لینی چاہئے۔

ترک نماز پر وعید

رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟“ انھوں نے کہا! ”اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں“، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں (جب وہ ایسا کر لیں تو پھر) بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔ (بخاری و مسلم)

نماز دراصل وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنا مقامِ عبدیت پہنچاتا ہے اور مالک کے حضور سجدہ ریز ہو کر مالک کا حق ادا کرتا ہے اس کے ترک کرنے پر بندہ اپنے مالک کا حق ادا کرے سے قاصر رہتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكَافِرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ﴾ (مشکوٰۃ)

بندے اور کفر کے درمیان فرق صرف نماز کا ہے۔

یعنی جس نے نماز ترک کی وہ کفر سے منسلک ہوا، دوسری حدیث جو حضرت

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں!

﴿العهد الذی بیننا و بینمهم الصلوة فمن ترکها فقد کفر﴾

(مشکوٰۃ، احمد، ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی:

لا تترک صلوة مكتوبة متعمداً فمن ترکها متعمداً فقد برأت منه الذمة

(تلخیص الحبیر: ج ۲ ص ۱۴۸)

جان بوجھ کر کبھی نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے جان

بوجھ کر اسے ترک کیا وہ اللہ کے ذمہ سے نکل گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا

الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا﴾ (مریم ۵۹)

(ان نیک لوگوں کے بعد) ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے

نماز کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ایسے لوگ عنقریب

دوزخ میں داخل ہونگے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾

(توبہ ۱۱)

اگر کافر توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دینی بھائی بننے کیلئے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی شرط ہے۔

تَارِكُ نَمَازٍ كَا حَكَمِ

بے نماز کے کافر ہونے پر تمام صحابہ کرام نے اتفاق کیا چنانچہ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں:

﴿كَانَ اصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يَرُونَ شَيْئًا مِنْ

الاعمال تركه كفرا غير الصلوة.....﴾

(تحفة الاحوذی: ج ۷ ص ۳۰۹)

کہ تمام صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی چیز کے ترک کو کفر خیال نہیں کرتے تھے۔ لہذا نماز ایک ایسا عمل جس کے ترک کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔

کیونکہ حج اور زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہیں، روزے تندرست پر فی الفور فرض ہیں، جب کہ نماز کیلئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا مثلاً اگر بیمار ہے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ نہیں سکتا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے، لیکن ترک کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-

الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق

من سمع منادی الله فلا يجيبه

سب سے بڑا ظلم، کفر اور نفاق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منادی کرنے والا
اذان دے اور سننے والا اسے سن کر قبول نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے
فرمایا:۔

﴿من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهاناً ونجاتاً
يوم القيامة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نوراً
ولا برهاناً ولا نجاتاً وكان يوم القيامة مع قارون
وفرعون وهامان وابي بن خلف.....﴾

(احمد، دارمی، مشکوٰۃ: ۵۸)

جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے تو اس کیلئے نماز باعثِ روشنی، برہان اور نجات کا
سبب ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اُس کیلئے نہ نور ہوگا، نہ برہان اور نہ
نجات نیز قیامت کے دن اُس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف
کے ساتھ ہوگا۔

مذکورہ روایات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترک نماز بہت بڑے نقصان کا
موجب ہے لہذا ہر مسلمان کو اس کی حفاظت اور مداومت کرنی چاہئے اور اگر

تقاضائے بشری سے کبھی شیطان کا غلبہ ہو بھی جائے تو فوراً نادم ہو کر اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرے اور اُس فریضے کو ادا کرے۔

اللہ ﷻ کی بے پایاں رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور بے حد شفقت فرماتا ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک خاتون اپنے دو بچوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہوئی یہ حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ تھا خاتون نے عرض کیا میں بھوکی ہوں اور میرے بچے بھی بھوکے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! کچھ ہو تو اسے دے دو،

حضرت عائشہ صدیقہ نے تین کھجوریں دے دیں اُس نے ایک ایک کھجور اپنے دو بچوں میں تقسیم کر دی اور باقی ماندہ ایک کھجور اپنے منہ کی طرف لے جانے لگی دونوں بچوں نے اپنے اپنے حصے کی کھجور اپنے منہ میں ڈال کر اپنی ماں کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور مطالبہ کیا کہ یہ کھجور بھی ہمیں دے دیں، اُس ماں نے اُس کھجور کے دو حصے کئے اور آدھی آدھی دونوں بچوں میں تقسیم کر دی اور خود بھوکی رہ گئی۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ”عائشہ! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جتنی محبت یہ ماں اپنے بچوں سے کرتی ہے اللہ ﷻ اپنے بندوں سے اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔“

غالباً اسی پیار کا یہ نتیجہ ہے کہ اگرچہ ہم گناہوں کی دلدل میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اُس نے تا حال روزی کے دروازے ہم پر بند نہیں کئے۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿خَمْسٌ صَلَواتٍ افْتَرَضَھنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَحْسَنِ
وَضُوْءِھنَّ صَلَواتُھنَّ لَوْ قَتَلْنَّھنَّ وَ اَتَمَّ رُکُوْعَھنَّ
وَ خَشَعَھنَّ کَانَ لَھِ عَلٰی اللّٰہِ عَہْدٌ اَنْ یَغْفِرَ لَھِ وَ مَنْ
لَمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَھِ عَلٰی اللّٰہِ عَہْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَھِ
وَ اِنْ شَاءَ عَذَبَہُ.....﴾

(مشکوٰۃ: ص ۵۸، مؤطا: ج ۱ ص ۱۰۸، ابوداؤد، نسائی)

پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ ﷻ نے فرض کیا ہے بس جس شخص نے ان نمازوں کیلئے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں وقت پر ادا کیا، رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور حضور قلب سے نماز کو ادا کیا اس کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا اس کیلئے کوئی وعدہ نہیں اگر اللہ چاہے تو اُس کو بخش دے اور اگر چاہے تو اُس کو عذاب دے۔

تارک نماز کے حکم کے بارہ میں مؤخر الذکر حدیث کی بناء پر علماء کے مابین اختلاف ہے جن کے نزدیک تارک نماز کافر ہے، ان کے دلائل وہ تمام روایات و قرآنی آیات ہیں جنہیں ہم ”ترک نماز پر وعید“ کے عنوان اور ”تارک نماز کے حکم“ کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں، (جنہیں صفحہ: ۷۰ تا ۷۴ پر دیکھا جاسکتا ہے) اور جن علماء نے تارک نماز کے

کافر ہونے کے خلاف فتویٰ دیا ہے اُن کے نزدیک حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی مذکورہ حدیث دلیل ہے کہ اگر ترکِ نماز سے آدمی کافر ہو جاتا تو پھر ﴿ان شاء غفرلہ﴾ اور ﴿ان شاء عذبہ﴾ کے الفاظ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ کافر و مشرک کیلئے بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی صراحت ﷺ میں مختلف مقامات پر فرمادی گئی ہے۔

بے نماز کیلئے ﴿ان شاء غفرلہ﴾ (اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے) کے الفاظ اسے کفر کے فتویٰ سے بے یار کرتے ہیں۔

البتہ وہ ردِ نیات جن میں کفر کے الفاظ بالِصراحت وارد ہوئے ہیں وہ تنبیہا ہیں تاکہ لوگ اس اہم فریضے سے غافل نہ ہوں (واللہ اعلم)

حقوق اللہ کی توبہ سے معافی

رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے حقوق چاہے تو توبہ سے معاف کر دے، لیکن حقوق العباد ہرگز معاف نہیں کرے گا جب تک کہ متعلقہ شخص معاف نہ کرے“

مفتی تقی عثمانی صاحب کی عبارت

”حقوق العباد“ دین کا بہت اہم شعبہ ہے اور یہ اتنا اہم شعبہ ہے کہ حقوق اللہ تو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں، یعنی اگر خدا نخواستہ حقوق اللہ سے متعلق کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے (خدا نہ کرے) تو اس کا علاج بہت آسان ہے

کہ انسان کو جب کبھی اس پرندامت پیدا ہو تو توبہ واستغفار کر لینے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ (اصلاحی خطبات: ج ۲ ص ۲۶)

عثمانی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت، بالخصوص خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیں اور یہ دیکھیں کہ جن ”حقوق اللہ“ کی کوتاہی کے علاج کو بہت آسان بتایا گیا ہے کیا وہ آسانی یہی ہے؟ کہ ایک بوڑھا شخص جو اپنے سہارے پر ٹھیک سے کھڑا بھی نہ ہو سکتا ہو اور روزانہ کی پانچ نمازیں بھی اس پر بھاری پڑتی ہوں، اسے یہ کہہ دیا جائے کہ نہ صرف آنے والے دنوں کی نمازیں تجھے ادا کرنی ہیں بلکہ پچاس، ساٹھ برس گزشتہ کی نمازیں بھی قضاۂ عمری کی صورت میں تجھے لازمی ادا کرنی ہیں، کیا اسی کا نام آسانی ہے؟؟؟

جبکہ محترم عثمانی صاحب اس آسان علاج کی نشان دہی فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ ”جب کبھی اس پرندامت پیدا ہو تو توبہ اور استغفار کر لینے سے (حقوق اللہ) معاف ہو جاتے ہیں۔“

اب محترم عثمانی صاحب وضاحت فرمائیں کہ نماز حقوق العباد میں سے ہے یا حقوق اللہ سے؟ یقیناً آپ کا جواب حقوق اللہ سے متعلق ہوگا اور نماز واقعی حقوق اللہ میں سے ہے۔

خُلاصۂ تحریر

(۱) دیئے گئے دلائل و شواہد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے قضائے عمری سے متعلق ریمارکس بالکل درست ہیں اس لئے کہ نصوص شرعیہ میں قضائے عمری کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۲) ہر شخص کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ جو اُسے یاد ہوں یا وہ بھول چکا ہو سچے دل سے توبہ کرنے پر معاف ہو جاتے ہیں بالخصوص حقوق اللہ

(۳) جب باقاعدگی سے نماز روزہ شروع کر دیا جائے، پھر کسی عذر کی بناء پر نماز روزہ چھوٹے تو عذر ختم ہوتے ہی فوراً ادا کرے اُسے زندگی کی اُمید پر مؤخر نہ کرے۔

(۴) قضائے عمری کا فتویٰ محض تقلیدی ذہن کی پیداوار ہے شرعی نصوص سے اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۵) قضائے عمری سے متعلق جملہ احادیث و روایات جو فضائل اور

طریقہ ادائیگی کو ظاہر کرتی ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف یا موضوع ہیں جن کا اعتراف مفتیان دارالعلوم کراچی بھی اپنے رسالہ البلاغ میں کر چکے ہیں۔

(۶) صدقِ دل سے توبہ کرنے کے بعد ہر روز اپنے ۲۵، ۳۰ سالہ

پُرانے گناہوں کو یاد کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کی ناقدری و

ناشکری ہے۔ (بقول سابق جج مولانا تقی عثمانی صاحب)

(۷) جب تک ہر انسان اپنے سامنے موت کے فرشتہ کو نہیں دیکھ لیتا یا سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا تب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

﴿أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا﴾

مغفرت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے عین وسط میں کھڑے ہو کر کوئی کہے کہ میں اب بھی پیاسا ہوں تو اُسے اُسکی بد نصیبی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو

درِ کریم سے بندے کو، کیا نہیں ملتا ؟

(الرحمنی الرحیم) :-

خادمِ دین :- ابوانشاء قاری خلیل الرحمن جاوید

(مدیر)

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ

گجر چوک منظور کالونی کراچی

۸ جون ۲۰۰۲ء

میرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دوستاں کو خبر کرو

جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

التَّجَاءُ بَارَكَاهُ رَبِّ جَلِيلٍ

آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کیلئے

بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کیلئے

اے دعا دہاں عرض کر عرشِ الہی تھام کر

اے خدا رُخ پھیر دے گردشِ ایام کے

دنیا کے راندھے ہوئے، ٹھکرائے ہوئے

آئے ہیں در پہ ترے ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں

جو کچھ بھی ہیں، ترے محبوب کی اُمت میں ہیں

رحم کر ہم پر نہ تو اپنے کرم کو بھول جا

ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

اے خدائے دو جہاں مسلم کو پھر مسلم بنا

پھر یہی سنو کہ مسلم کا کوئی ثانی نہیں

آمین

(گلشنِ رحمانی سے مأخوذ)

ابو انشاء

مَسْتِ

ہماری چند مطبوعات



نشر
جامعۃ الاحسان الاسلامیہ کراچی